ابواب النکاح کا تحقیقی مطالعہ تواتر عملی کے تناظر میں

محمد فاروق اکرم

فرقہ بندی کے لحاظ سے اہلسنت والجماعۃ کی اکثریت غالبہ اور البینات پر سب کا اتفاق

اسلام کے البیناتی حصہ کے متعلق کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور فرقہ بندیوں کے لئے جس اختلاف کی ضرورت ہے البینات ہی کا اختلاف ہے میری مراد امت مسلمہ سے ہے' کون نہیں جانتا کہ ''البینات'' کی حد تک ان میں سب ایک ہی نقطہ نظر پر متفق ہیں اس کی تعبیر وہ ''ماانا علیہ واصحابی'' کرتے ہیں یعنی متفقہ طور پر پیغمبر اور پیغمبر کے ساتھیوں سے جو دین منتقل ہو کر مسلمانوں تک پہنچا ہے اسی کو اپنا دین بتاتے ہیں۔

غیر بیناتی مسائل میں تمام مجتہدین کا حق پر ہونا اخلاقی مسئلہ ہے:

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ اسلام کے غیر بیناتی حصہ میں ہر شخص کا حق پر ہونا' جسے واقعتاً 'الامر'' کا شرعی استحقاق ہو اور منصوصات معلومہ کو پیش نظر رکھ کر غیر منصوصہ احکام کے استنباط کا جس میں واقعی ملکہ اور حقیقی سلیقہ ہو ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق بعض ظاہر بینوں نے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ سب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کا حق پر ہونا ائمہ اربعہ کا مذہب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان بزرگوں کی طرف اس کا انتساب' ادعائی انتساب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے:

''والحق ان مانسب الی الائمۃ الاربعۃ قول مخرج من بعض تصریحاتھم ولیس نصامنھم'' اے حق یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے (یعنی سب کا نہیں بلکہ ایک کا حق پر ہونا) اس کی کوئی تصریح ان بزرگوں نے نہیں فرمائی بلکہ جن باتوں کی انہوں نے تصریح کی ہے ان سے دوسروں نے یہ نتیجہ خود نکال لیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

☆خاص وہ لفظ ہے جو کسی معلوم معنیٰ یا معلوم مسمیٰ کے لئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو☆

"انه لاخلاف للامة فی تصویب المجتهدین فیما خبر فیه نصااو اجماعا" 2۔یعنی دراصل امت اسلامیہ کے اندر اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں یعنی نصاً واجماعاً یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن مسائل میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا ہے ان میں تمام مجتہدین حق پر ہیں۔

پھر شاہ صاحب نے ایک طویل گفتگو فرمائی ہے جس کا حاصل وہی ہے کہ غیر بیناتی مسائل میں تمام مجتہدین کا حق پر ہونا ایک متفقہ مسئلہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ہی "کالقراء ات السبع" سے ان فقہی اختلاف کو تشبیہ دی ہے یعنی "بالاتفاق سلفاًعن سلف" مسلمان یہی مانتے چلے آئے ہیں کہ ان قراتوں میں سے جس قراۃ کے ساتھ بھی قرآن پڑھا جاتا ہے صحیح اور درست ہے۔ 3۔گویا حدیث "انزل القرآن علی سبعة احرف" 4۔قرآن سات یعنی بہت سے حروف پر نازل ہوا ہے' کو مسلمانوں نے اپنے اجماع سے قطعی بنا دیا ہے حالانکہ ان قراتوں میں سے ہر ہر قرات کا انتساب اسی طرح فن قرات کے مختلف ائمہ کی طرف کیا جاتا ہے جیسے فقہ کے مختلف مکاتب خیال اجتہاد کے مختلف ائمہ کی طرف منسوب ہیں۔قرات میں بھی ہر ہر امام کی جماعت میں مختلف ذیلی ائمہ ہیں جیسے فقہ میں ہیں پس باوجود ان تمام باتوں کے قرات کی ان تمام اختلافی اشکال کو جن میں وجوہ سے حق سمجھا جاتا ہے بعینہ یہی بات اسلام کے غیر بیناتی مسائل کے ان اختلافات کے متعلق بھی یقین کرنا چاہیے۔

صرف جزئی مسائل کی تشریح میں نقاط نظر کا اختلاف:

قرات کے اختلاف ہوں یا فقہیات کے ہر ایک کے حق وصداقت پر ہونے میں جو حال ان کا ہے یقین کرنا چاہیے کہ بجنسہ یہی کیفیت ان اختلافات کی بھی ہے جو باہم متکلمین میں پائے جاتے ہیں جو بینات پر متفق ہونے کے بعد جزئی مسائل کی تشریح میں نقاط نظر کا اختلاف رکھتے ہیں اور یہی قاعدہ ان اختلافات پر منطبق ہے جو ہمارے ارباب قلوب ومعرفت یعنی صوفیہ صافیہ میں قدرتی طور پر پیدا ہوئے ہیں۔یعنی اہل حق کا مختلف ہونا جیسے ائمہ اربعہ کا اختلاف یا اشعریہ اور ماتریدیہ کا اختلاف یا صوفیہ میں وجودیہ ورائیہ اور شہودیہ ظلیہ کے اختلاف یا مختلف سلاسل وطرق میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں ان اختلافات کے متعلق یہی فیصلہ ہے کہ ہر ایک ان میں اکثر مسائل میں برسر حق ہے اور ہر ایک اپنے سامنے ایک رخ رکھتا ہے جس کی طرف وہ توجہ کیے ہوئے ہے۔ اور

وہ یہ ہے کہ، اے مسلمانو! نیکیوں میں باہم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔

صوفیاء کے متعلق علامہ الشاطبی کا خاص نقطہ نظر:

حضرات صوفیاء کے متعلق الموافقات میں علامہ شاطبی نے جوایک خاص نقطہ نظر پیش کیا ہے چونکہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کے متعلق اس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوجاتا ہے چاہتا ہوں کہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اختلاف کی اس بحث کو ختم کردوں۔

الشاطبی کا کہنا یہ ہے کہ کسی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے متعلق یہ طے کرتے ہوئے کہ شریعت اور اس کے قوانین پر وہ کس حد تک منطبق ہے ہمیں اسلام کے شرعی قوانین کی اس خصوصیت خاصہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ وہ قوانین کا کوئی ایسا مجموعہ نہیں ہے جس کے یکبارگی ماننے والوں پر عائد کردیا گیا ہو بلکہ سب جانتے ہیں کہ تقریباً تیئس ۲۳ سال کی طویل مدت میں بتدریج اس کی تکمیل ہوئی ہے۔

شرعی قوانین کی تقسیم دو حصوں (المشروعات مکیہ اور المشروعات المدنیہ) میں:

تکمیل کے اس تدریجی امتیاز کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے شرعی قوانین کے اس ذخیرہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک کا المشروعات المکیۃ اور دوسرے کا المشروعات المدنیہ نام رکھا ہے۔اس کے بعد انہوں نے اور توجہ دلائی ہے کہ تتبع 'تلاش' استقراء و جستجو سے اگر کام لیا جائے تو مشروعات کے ان دونوں حصوں میں ایک خاص امتیاز نظر آئے گا۔

مکی قوانین مقید نہیں ہیں ان میں زیادہ تر اطلاقی رنگ ہے:

اسی امتیاز کو پیش نظر رکھ کر وہ لکھتے ہیں ''وبیان ذلک ان المشروعات المکیۃ وھی الاولیۃ کانت فی غالب الاحوال مطلقۃ غیر مقیدۃ'' 5 یعنی مکی قوانین جو ظاہر ہے کہ نزولاً مقدم ہیں۔عام حالات میں بجائے مقید ہونے کے زیادہ تر اطلاقی رنگ رکھتے ہیں۔

قانون زکاۃ کی مثال:

پھر زکاۃ کے قانون کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ابتداء میں عام طور پر خیر خیرات صدقات و میراث پر زور دیا جاتا تھا لیکن یہ صدقہ کس پر واجب ہے کتنا واجب ہے' اس صدقہ کے کون لوگ مستحق ہیں۔مکی مشروعات میں ان امور کی تفصیل نہیں کی گئی ہے بلکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

☆عام وہ لفظ ہوتا ہے جو افراد کی ایک جماعت کو لفظاً یا معناً شامل ہو☆

"کان اکثر ذلک موکولاً الی انظار المکلفین فی تلک العادات، ومصروفاً الی اجتہادھم لیاخذ کل بمالاق بہ وماقدرعلیہ من تلک المحاسن الکلیات وما استطاع من تلک المکارم"6۔

یعنی یہ بات ان لوگوں کے نظروفکر کے سپرد تھی جن پر قانون زکاۃ عائد کیا گیا تھا اوران کے اجتہاد کے ساتھ بات وابستہ تھی، یعنی ان کلی نیکیوں اوراخلاقی خوبیوں میں سے جس حدتک جوجہاں تک تعمیل کرسکتا ہے تعمیل کرے، مطالبہ کی شکل اس وقت یہی تھی۔

وہ لکھتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جن بزرگوں کو سامعین اولین کا شرف حاصل ہوا چونکہ قرآن کے ان اطلاقی مطالبات سے ان ہی کو سابقہ پڑا اس لئے: **"فکان المسلمون فی تلک الاحیان آخذین فیہا باقصی مجہودھم، وعاملین علی مقتضاھا بغایۃ موجودھم"**7۔اسی لیے مسلمان اس زمانہ میں کوشش کی انتہائی شکل کو اختیار کرتے تھے اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا اس کو ادا کرکے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔اور یہ ہے ان کے نزدیک وہ امتیاز جو عموماً مشروعات مکیہ میں نمایاں نمایاں ہے۔اس کے مقابلہ میں مشروعات مدینہ کا حال ان سے مختلف ہے۔مطلب یہ ہے کہ یوں تو اجمال واطلاق کا رنگ قرآن کے ہر مطالبہ پر غالب ہے خواہ مکہ میں اس کا نزول ہوا ہو یا مدینہ میں لیکن اس کے ساتھ اس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ "مدنی مشروعات" میں باوجود کلیاتی شکل رکھنے کے اطلاق کی وہ کیفیت باقی نہیں رہی ہے جو مکی مشروعات کی خصوصیت ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ مدینہ میں قرآن کا جو حصہ نازل ہوا اس میں بھی اور السنۃ کے ذریعے پیغمبر ﷺ نے قرآنی مطالبات کی جو تشریح وتشکیل کی، دونوں میں بقول ان کے:

"فتفصلت تلک المجلات وقیدت تلک المطلقات"8۔مکی مشروعات کے اجمال کی تفصیل کی گئی اور جن امور کا مطالبہ مکہ میں اطلاقی رنگ میں کیا گیا تھا ان میں قیود کا اضافہ ہوا۔

خیر یہاں تک تو ایسی بات ہے جس میں ظاہر ہے چنداں کوئی ضرورت نہیں۔جنہیں تھوڑا بہت بھی اسلامی علوم سے لگاؤ ہے وہ ان سے ناواقف نہیں ہیں، پیش کرنے کی جو بات ہے وہ اس کے بعد کا وہ نتیجہ ہے جس سے میرے خیال میں ایک بڑے اختلافی مغالطہ کا جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں ازالہ ہوتا ہے۔

☆قرآن پاک کے خاص پر عمل قطعی طور پر واجب ہوتا ہے ☆

مدنی مشروعات سے مکی مشروعات کی تنسیخ نہیں صرف تجدید وتقیید کی گئی:

الشاطبی نے اس کے بعد تنبیہ کی ہے کہ مدنی مشروعات میں قیود کے جواضافے ہوئے اور جومکی مشروعات میں کی گئیں خواہ تقیید وتحدید کا یہ کام قرآن ہی کے ذریعے انجام دیا گیا ہو یا السنۃ کی راہ سے یہ بات زیرعمل آئی ہو کچھ بھی ہوا ہو لیکن کسی حال اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ مدنی مشروعات کے بعد ان پر بالکلیہ قلم نسخ پھیر دیا گیا' دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کو غیر قانونی قرار دے کر شریعت اسلامی کی حدود سے انہیں کلیۃ خارج کر دیا گیا' علامہ شاطبی نے دعوی کیا ہے کہ یہ خیال قطعا غلط اورخلاف واقعہ ہے' بلکہ ان کے نزدیک گو مدنی مشروعات میں مکی مشروعات کی کلیات کی تجدید وتقیید ضرور کی گئی' مگر ''مع بقاء الکلیات المکیۃ علی حالھا'' 9۔ یعنی بایں طور کہ مکی مشروعات کی کلیات کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا۔

صوفیاء نے مدنی مشروعات کو اختیار کیا:

اب اس نتیجہ سے وہ اس پر متنبہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کو''الصوفیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی دینی زندگی بعض لوگوں کو عام مسلمانوں کی دینی زندگی سے کچھ الگ رنگ میں نظر آتی ہے اور یہی امتیاز ان کو بزرگوں کے لیے بعض حلقوں میں ناانصافیوں کی وجہ سے بنا ہوا ہے۔ الشاطبی کہتے ہیں کہ ان کی یہ ناانصافیاں درحقیقت ناانصافیاں ہی ہیں' شریعت کے ایک خاص نقطہ نظر سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کی شرعی زندگی کو''مشروعات'' کی روشنی میں نہیں' بلکہ دیکھنا چاہتے ہو تو مکی مشروعات کو سامنے رکھ کر ان کو دیکھو۔ اسی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وعلی الاول جری الصوفیۃ الاول' وعلی الثانی جری من عداھم ممن لم یلتزم ماالتزموہ 10۔ یعنی پہلے طریقہ کار یعنی مکی مشروعات کے مقتضی پر تو صوفیاء کا عمل درآمد رہا اور دوسرے یعنی مدنی مشروعات کو ان لوگوں نے اختیار کیا جنھوں نے اپنے لیے ان امور کی پابندی ضروری نہیں ٹھہرائی جن کے صوفیاء پابند ہیں۔ اپنے دعوی کو اور واضح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''ومن ھھنا یفھم شان المنقطعین الی اللہ فیماامتازوابہ من نحلتھم المعروفۃ 'فان الذی یظھرلبادی الرای منھم انھم التزمواامورا لاتوجدعندالعامۃ' ولاھی ممایلزمھم

☆عام کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ عام مخصوص البعض۔ ۲۔ عام غیر مخصوص البعض۔ ☆

شرعاً' فیظن الظان انهم شددوا علی انفسهم' وتکلفوا مالم یکلفوا' ودخلوا علی غیر مدخل اهل الشریعة" 11۔

ترجمہ: اور اس سے ان لوگوں کا حال سمجھا جاسکتا ہے جو ہر چیز سے منقطع ہوکر حق تعالی کے ساتھ مشغول ہیں یعنی اپنے مشہور مسلک کی بنیاد پر ان کو جو (عام مسلمانوں کے درمیان) امتیاز حاصل ہے بظاہر یہ خیال گزرتا ہے کہ ان بزرگوں نے ایسی باتوں کا اپنے آپ کو پابند کرلیا ہے جو عام مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں اور نہ شریعت نے مسلمانوں پر ان کو واجب کیا ہے۔ اس حال کو دیکھ کر گمان کرنے والوں کو گمان ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے ساتھ تشدد سے کام لیا ہے اور ایسے امور کے خواہ مخواہ پابند بن گئے ہیں جن کی پابندی کا شرعاً مطالبہ نہیں کیا گیا ہے' اسی وجہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ارباب شریعت کی جو راہ ہے اس پر وہ نہیں ہیں۔

صوفیاء کے مسلک کی بنیاد سنت پر ہے:

اسی بدگمانی کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وحاش لله! ما کانوا لیفعلوا ذلک وقد بنوا انحلتهم عل اتباع السنة وهم باتفاق اهل السنة صفوة الله من الخلیقة" 12۔ خدا کی پناہ وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جو ایسی باتوں کا ارتکاب کریں انھوں نے اپنے مسلک کی بنیاد سنت کی پیروی پر رکھی ہے ان کا شمار خدا کے چیدہ چیدہ برگزیدہ مخلوق میں ہے اس پر امت کا اتفاق ہے۔

اور اپنا آخری فیصلہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"لکن اذا فهمت حالة المسلمین في التکلیف اول الاسلام' ونصوص التنزیل المکی الذی لم ینسخ' وتنزیل اعمالهم علیه' تبین لک ان تلک الطریق سلک هؤلا' وباتباعها عنوا علی وجه لا یضاد المدنی المفسر۔"13۔

یعنی مگر تم جب آغاز اسلام کے اس زمانہ پر غور کروگے جو اسلامی قوانین کے عائد کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اختیار کیا گیا تھا اور مکی تنزیل کے ان نصوص وتصریحات کو سوچوگے جو منسوخ نہیں ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے اعمال کو ہی ان نصوص پر پیش کرکے جانچوگے تو تم پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ درحقیقت ان حضرات کا مسلک وہی مکی تنزیل والے نصوص کے مطابق ہے اور ان نصوص کی پابندی ان بزرگوں نے اس طور پر کی ہے جو مدینہ کے مفصل مشروعات کے مخالف نہیں ہے۔

کوئی تصادم نہیں:

پھران لوگوں کے مسلک کوایک مثال سے سمجھاتے ہیں یعنی ان کی زندگی جودراصل مکی مشروعات کی ایک تعمیلی شکل ہے،مدنی مشروعات سے کیوں متصادم نہیں ہوئی اس کووہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"فاذاسمعت مثلاً ان بعضھم سئل عمایجب من الزکاۃفی مائتی درھم'فقال:"اماعلی مذھبنا'فالکل للہ'واماعلی مذھبکم'فخمسۃ دراھم"وماشبہ ذلک'علمت ان ھذا یستمدمماتقدم'فان التنزیل المکی امرفیہ بمطلق انفاق المال فی طاعۃ اللہ'ولم یبین فیہ الواجب من غیرہ'بل وکل الی اجتھادالمنفق۔"14۔

مثلاً جب سنتے ہوکہ ان بزرگوں میں سے بعض سے پوچھا گیاکہ دوسودرہم پرکتنی زکاۃ واجب ہوتی ہے توجواب میں انھوں نے فرمایاہمارے مسلک کی روسے پوچھتے ہوتوسب کچھ اللہ کی راہ میں خیرات کردیناچاہیے یہ اوراسی قسم کے مسائل پرجب غورکروگے تومعلوم ہوگاکہ فائدہ اسی بات سے اٹھایاگیاہے کہ جوگزرچکی یعنی مکی آیتوں میں تومطلق مال خرچ کرنے کاحکم دیاگیاہے لیکن کتنادیناواجب ہے اس کونہیں بیان کیاگیابلکہ خرچ کرنے والے کے اجتہاد کے سپرداس بات کافیصلہ کیاگیاہے۔پھراس کی کچھ اورتشریح کے بعدلکھتے ہیں کہ:

"ومثلہ لایقال فی ملتزمہ:انہ خارج عن الطریقۃ'ولامتکلف فی التعمد"15۔

ظاہرہے اس قسم کی بات(یعنی سب کچھ کواللہ کے لیے قراردینا)جواس کاپابندہواس کے متعلق یہ کہنادرست نہ ہوگاکہ وہ اسلام کے طریقہ سے باہرہوگیاہے یادینداری میں اس نے حدسے تجاوزکیاہے۔

بہرحال ان کے نزدیک صوفیاء کاطرزعمل اورطریقہ زندگی عام مسلمانوں کی دینی زندگی سے اگرمختلف ہےتواس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کی زندگی شریعت سے بھی مختلف ہے بلکہ انھوں نے لکھاہے اورسچ لکھاہے:

"لکن لماکان ھذاالمیدان لایسرح فیہ کل الناس قیدفی التنزیل المدنی حین فرضت الزکوات فصارت ھی الواجبۃ انحتاماً مقدرۃ الاتتعدی الی مادونھاوبقی ماسواھاعلی

حکم الخیرۃ فاتسع علی المکلف مجال لابقاء جوازو الانفاق ندباً فمن مقل فی انفاقہ و من مکثرو الجمیع محمودون لانھم لم یتعدوا حدود اللہ" 16۔

یہ میدان (یعنی اطلاقی رنگ کے مطالبات میں پوری تکمیل) ایسا نہ تھا جس میں ہر شخص دوڑ سکتا تھا اس لیے مدنی آیتوں میں مفروضہ زکاۃ کو مقید کر کے بیان کر دیا گیا اور اس کو قطعی شکل میں مسلمانوں پر واجب کر دیا گیا اس طور پر کہ اس سے کم گنجائش نہ تھی (لیکن زیادہ) سوا پنے اپنے اختیار کے حوالے رہا' پس عمل کرنے والوں کے لیے جواز کا میدان اب بھی کھلا رہا' پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے کمی کی راہ اختیار کی اور کچھ ایسے ہیں جنھوں نے زیادتی کی راہ اختیار کی اور سب کے سب قابل تعریف و مستحق مدح وستائش ہیں کیونکہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے کوئی متجاوز نہیں ہے۔

بحث کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھکذا یجب ان ینظرفی کل خصلۃ من الخصال المکیۃ حتی یعلم ان الامر کماذکر" 17۔ یوں ہی تمام مکی مطالبات کو سوچنا چاہیے تاکہ جو واقعہ ہے وہ لوگوں کو معلوم ہو جائے یعنی وہی بات جس کا ذکر کیا گیا۔

لیکن افسوس ہے کہ یہی وہ نظر ہے جس سے بعض محروم ہوئے اور اسلام کے اس طبقہ پر ان کی زبانیں کھلیں جنھوں نے رخصتوں کو چھوڑ کر عزیمت پر اور ادنی پر کفایت نہ کر کے اعلی درجہ پر عمل کیا اور سچ پوچھو تو انھوں نے اپنی وہ راہ بنائی تھی جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سابقین اولین چلتے تھے بلکہ الشاطبی کی اس تنبیہ پر لوگ غور کرتے تو شاید ان پر وہی بات کھلتی جو خدا نے اپنے اس بندے پر کھولی۔ وہ لکھتے ہیں:

"واذا نظرت الی اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ تبین لک فرق مابین القسمین وبون مابین المنزلتین" 18۔

اگر رسول اللہ ﷺ کے حالات پر تم غور کرتے تو آپ ﷺ کے افعال واعمال کو سوچتے تو مسلمانوں کے دونوں گروہ یعنی عوام اور صوفیاء میں جو فرق ہے وہ تم پر ظاہر ہو جاتا اور جو فاصلہ ہے وہ کھل جاتا۔

صوفیاء نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنایا:

کوئی شبہ نہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جس قسم کی زندگی گزاری جس مکان میں ناسوتی سانس پوری کی، جو کچھ کھاتے تھے، جو کچھ کماتے تھے، جو کچھ پیتے تھے ان کے نمونوں کو مسلمانوں کے کسی طبقہ میں اگر تلاش کیا جاسکتا ہے تو شاید صوفیاء ہی کے گروہ میں مل سکتا ہے جنہیں نہ جاننے والوں نے محض ان کے فقر و فاقہ، صبر و شکر، قناعت و توکل کی زندگی کو دیکھ کر ان کو محل اعتراض ٹھہرایا، مگر کچھ بھی ہو مسلمانوں کے فہم عمومی کو اس باب میں بحمد اللہ مغالطہ نہیں لگا اور جس کو الشاطبی نے لکھا ہے:

"وعلى هذا القسم عول من شهر من اهل التصوف 'وبذلک سادوا غيرهم ممن لم يبلغ مبالغهم في الاتصاف باوصاف الرسول صلى الله عليه وسلم واصحابه۔"19۔

صوفیہ میں جن بزرگوں نے شہرت حاصل کی ان کی جو سیادت اور امتیاز ان لوگوں کے مقابلے میں حاصل ہے جو ان کے درجے تک پہنچے ہیں اس کی وجہ وہی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب علیہم الرضوان کے اوصاف سے یہ حضرات متصف تھے۔

واضح رہے کہ نسخ سے قانون کا منسوخ ہونا مراد نہیں ہے۔ بہرحال واقعہ یہی ہے کہ مدنی مشروعات میں قیود و حدود کا اضافہ کر کے شرعی مطالبات کے اطلاق کو کم کر کے عام مسلمانوں کے لیے بہت کم آسانیاں پیدا کر دی گئی تھیں لیکن اس کے یہ معنی تو نہ تھے کہ مکی مشروعات منسوخ ہو کر اسلامی قانون کی حدود سے باہر ہو گئے تھے، ہوسکتا ہے کہ بعض نے اس پر نسخ کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور قدماء میں اس کے بولنے کا عام رواج تھا حتی کہ اس رواج کی بنیاد پر بعضوں نے تو ناسخ و منسوخ آیتوں کی جو فہرست بنائی شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ قرآن کے نصف حصہ کو انھوں نے منسوخ ٹھہرا دیا، لیکن متقدمین جن معنی میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے اس میں نسخ کی اصطلاح سے متاخرین جو کچھ مراد لیتے ہیں دونوں میں فرق عظیم تھا۔ اب تو کسی حکم کے منسوخ ہونے کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ وہ شرعی قانون ہی باقی نہیں رہا، حالانکہ متقدمین کی مراد اس سے جو کچھ تھی حافظ ابن القیم اس کے متعلق لکھتے ہیں:

نسخ کے لفظ کو متقدمین نے کن معنوں میں استعمال کیا:

"ورفع دلالة العام والمطلق والظاهر وغيرها تارةً امابتخصيص اوتقييداوحمل مطلق على مقيدوتفسيره وتبيينه حتى انهم يسمون الاستثناء والشرط والصفة نسخالتضمن ذلک رفع دلالة الظاهروبيان المراد۔"20۔ یعنی کسی عام یا مطلق اور ظاہر لفظ کی دلالت و اثر کو کسی

☆ جب غالب رائے کے ساتھ مشترک کے کسی معنیٰ کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اس کو مؤول کہتے ہیں۔

خصوصیت کے اضافہ سے یا قید کے بڑھانے سے یا مطلق کو مقید پر محمول کرنے سے یا اس کی تفسیر وتبیین سے جو اٹھا دیا جاتا تھا اس پر بھی نسخ کے الفاظ کا اطلاق ہوتا تھا حتی کہ (اگلوں) میں تو لوگ استثناء اور شروط اور صفت کے اضافہ کو بھی نسخ ہی کہہ دیتے تھے کیونکہ ظاہر کلام جس بات پر دلالت کرتا تھا وہ بات اس اضافہ کے بعد باقی نہیں رہتی تھی۔

خیال تو کیجیے کہ نسخ کے اس قدیم معنی اور جدید اصطلاح میں کوئی نسبت بھی ہے، پس کی مشروعات کی طرف نسخ کے لفظ کا انتساب اگر کسی نے کیا بھی ہو تو ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اس معنی کی طرف ہوسکتا ہے کہ جو پہلوں کی اصطلاح تھی ورنہ نسخ کا مطلب جو کچھ اب سمجھا جاتا ہے کم از کم قرآنی آیات کی حد تک مشکل ہی سے کسی آیت کو اس بنیاد پر منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے، خیر یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اس اصطلاحی مغالطہ کے ازالہ سے اسلام کے ایک بڑے ''مذہبی اختلاف'' کے چہرے سے چونکہ غبار صاف ہوتا تھا اس لیے ضمناً اس کا بھی تذکرہ کردیا گیا۔

البینات کے سوا شریعت کے غیر بیناتی اجزاء کے اختلاف کے متعلق بزرگوں کے جس نقطہ نظر کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے تقریباً سب ہی حق وصواب ہے۔

شریعت کے غیر بیناتی اجزاء کی حد تک صحابہ اور تابعین میں اخلاف عمل کے لیے رواداری تھی:

ان مختلف پہلوں میں سے جسے جس پر عمل کی توفیق میسر آجائے وہی اس کے لیے کافی ہے، دوسروں کو نہ اس پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ غلط ٹھہرانے کا، یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل تھا کہ ان مسائل میں باوجود اختلاف رکھنے کے آج تک کسی سے یہ مروی نہیں ہے کہ انھوں نے کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے مثلاً اس لئے انکار کیا ہو کہ فلاں مسئلہ میں وہ ان سے مختلف خیال اور عمل رکھتے ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ کی صراحت:

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں ایک موقع پر لکھا ہے:

"قدکانت الصحابة والتابعون ومن بعدهم منهم من یقراء البسملة ومنهم من لایقرؤها" 21 صحابہ اور تابعین اور جو لوگ ان کے بعد تھے ان میں کچھ حضرات بسم اللہ زور سے

پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔"وکان منهم من يقنت في الفجر ومنهم من لايقنت ومنهم من يتوضامن الحجامة والرعاف والقيء۔ومنهم من لايتوضامن ذلک ومنهم من يتوضامن مس الذكر ومس النساء بشهوة ومنهم من لايتوضامن ذلک ومنهم من يتوضامن القهقهةفي صلاته ومنهم من لايتوضامن ذلک۔ومنهم من يتوضامن اكل لحم الابل ومنهم من لايتوضامن ذلک ومع هذافكان بعضهم يصلي خلف بعض "22۔

بعض لوگ فجر کی سنتوں میں قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہ پڑھتے تھے'بعض لوگ پچھنا لگانے' نکسیر پھوٹنے' قے ہونے سے وضوکرتے تھے اور بعض نہ کرتے تھے یا عورت کوشہوانی میلان سے چھونے پر وضوکرتے بعض نہ کرتے تھے۔اسی طرح نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسنے کی وجہ سے گفتگوکرتے'بعض نہ کرتے مگر باوجودان تمام باتوں کے بعض بعض کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

بلکہ شیخ ابن تیمیہ نے اس موقع پراس کی بھی تصریح کی ہے:

"كان ابو حنيفة و اصحابه و الشافعي وغيرهم يصلون خلف ائمة اهل المدينة من المالكية وان كانوا الايقرءون البسملة لاسراًولا جهراً۔"23۔

ابوحنیفہ اوران کے اصحاب امام شافعی رحمہم اللہ المبین وغیرہم حضرات مدینہ کے مالکی اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے' حالانکہ نہ آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے نہ زور سے۔

آخر میں لکھتے ہیں اوردعوی کرتے ہیں کہ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

"مازال المسلمون على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وعهد خلفائه يصلي بعضهم ببعض"

24۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے اورآپ ﷺ کے خلفاء کے زمانہ سے مسلمانوں کا ہمیشہ یہی عمل رہاہے بعض بعض کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

چندسطر پہلے اپنی خالص زبان میں بھی لکھاہے:

"ومن انكر ذلک فهو مبتدع"25۔جواس کاانکارکرتاہے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔

اختلاف روارکھنے سے بے ضابطگی موجودنہیں: لیکن کیااس کا یہ مطلب ہے کہ ہر مسلمان ان مسائل کے متعلق جو چاہے کرے اورجس وقت اس کے جی میں جس طریقہ عمل کے اختیار کرنے کی چاہت پیداہواس پرعمل پیراہوجااس کامال شاید یہی ہوسکتاہے کہ ایک ایک مسجد میں بیسیوں طرح کے

نماز پڑھنے، وضو کرنے والے پیدا ہو جائیں اور ایک نماز اور وضو کے مسائل کیا اس سلسلے میں انسانی زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہیں پایا جاتا' پھر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کیا ہوگی' ایسے غیر متناسب متخالف عناصر کا مجموعہ ہوگی جن میں کوئی ربط کوئی انضباط نہیں اور اجتماعی کیا انفرادی زندگی میں یہ شکل پیدا ہو کہ ایک ہی شخص آج کچھ کر رہا ہے کل کچھ' آج کچھ بول رہا ہے کل کچھ سنا رہا ہے اور یہ سارے حرکات دین کے تحت انجام دے رہا ہو' خود ہی سوچنا چاہیے کہ ایسی صورت میں دین اور بچوں کے کھیل میں کیا فرق رہے گا؟ الشاطبی نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ اس طرز عمل پر جو خرابیاں مرتب ہوں گی ان میں ایک یہ بھی ہے: "کالاستھانۃ بالدین اذیصیر بھذاالاعتبار سیالاً لاینضبط" 26۔

دین کی اہانت وتحقیر بن جائے گی کیوں کہ اگر یہ صورت حال ہوگی تو دین ایک ایسی سیال سی چیز قرار پائے گی جس کا کوئی ٹھور ٹھکانہ نہیں۔ اگر اسلام کے پیش نظر یہی بے ضابطگیاں تھیں تو پھر نمازوں میں' حج میں بلکہ اگر غور کیا جائے تو اپنے ہر ہر شعبہ' ہر ہر شاخ میں اس کو نظم وضبط' وحدت و یکسانیت پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

حواشی

۱۔عقدالجیدفی احکام الاجتہادو التقلید' ص ۷ المطبعۃ السلفیۃ القاهرۃ۔

۲۔ایضا ۳۔ایضا۔

۴۔سنن النسائی الکبری ۳۳:۵ باب المراء فی القرآن' رقم ۸۰۹۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔
وصحیح ابن حبان ۱۷:۳ ذکر الاخبار بان اللہ انزل القرآن علی احرف معلومۃ' رقم ۷۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔

۵۔الموافقات ۲۳۴:۵ دار ابن عفان۔ ۶۔الموافقات ۲۳۴:۵ دار ابن عفان۔

۷۔الموافقات ۲۳۵:۵ دار ابن عفان۔ ۸۔الموافقات ۲۳۷:۵ دار ابن عفان۔

۹۔الموفقات ۲۳۸:۵ دار ابن عفان۔ ۱۰۔الموافقات ۲۴۱:۵ دار ابن عفان۔

۱۱۔الموافقات ۲۴۲:۵ دار ابن عفان۔ ۱۲۔ایضا

۱۳۔ایضا ۱۴۔ایضا

۱۵۔الموافقات ۲۴۳:۵ دار ابن عفان۔ ۱۶۔الموافقات ۲۴۳:۴ دار ابن عفان۔

☆ مجاز، حقیقت نہیں، حقیقت کا نائب ہے ☆

۱۷۔الموافقات ۲۴۴: ۴دارابن عفان۔ ۱۸۔الموافقات ۲۳۸: ۴دارابن عفان۔
۱۹۔الموافقات ۲۴۰: ۴دارابن عفان۔
۲۰۔اعلام الموقعین عن رب العالمین ۲۹: ۱ المرادبالناسخ والمنسوخ'دارالکتب العلمیۃ بیروت۔
۲۱۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۳۷۴:۲۳مجمع الملک فہدلطباعۃ المصحف الشریف'المدینۃ النبویۃ'المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔
۲۲۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۳۷۵:۲۳مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف۔المدینۃ النبویۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۲۳۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۳۷۵:۲۳مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ۔المدینۃ النبویۃ'المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۲۴۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۳۷۲:۲۳مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف۔المدینۃ النبویۃ'المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔
۲۵۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۳۷۴:۲۳مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ۔المدینۃ النبویۃ۔المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۲۶۔الموافقات ۱۰۲: ۵دارابن عفان۔

رویت ہلال پر مراکشی عالم فلکیات کی تحقیقی کتاب

العزب الزلال فی معرفۃ رویۃ الہلال

اردو ترجمہ علامہ ظہیر احمد بھٹی ....ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ملنے کے پتے: مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی اور......مکتبہ ضیاء القرآن اردو بازار کراچی
مکتبہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور......مکتبہ زاہدیہ فیصل آباد

☆ صاحبین کے نزدیک مجاز اسی وقت حقیقت کا نائب بنے گا جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو ☆